کرنے اور اس کے دین کو اختیار کرنے سے انکار کیا، اس کی گردن کاٹ کر سر کو ایک قریبی نہر میں ڈالدیا گیا، اُس وقت تو وہ سرپانی کی تہ میں چلا گیا، اسکے بعد پانی کی سطح پر اُبھرا اور ان لوگوں کی طرف دیکھ کر انکے نام لیکر آواز دی کہ فلانے فلانے اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ، اس کے بعد پھر پانی میں غوطہ لگا دیا۔ یہ عجیب واقعہ سب حاضرین نے دیکھا اور سُنا، اور وہاں کے نصاریٰ یہ دیکھ کر تقریباً سب مسلمان ہوگئے اور بادشاہ کا تخت ہل گیا، یہ تین آدمی جو مرتد ہوگئے تھے یہ سب پھر مسلمان ہوگئے اور پھر خلیفہ ابو جعفر منصور نے ہم سب کو اُن کی قید سے رہا کرایا (ابن کثیر)

الحمد للہ کہ تفسیر سورۃ والفجر آج ۲۱ شعبان ۱۳۹۱ھ میں تمام ہوئی، جبکہ اس ناکارہ گنہگار کی عمر کا چھیترواں سال ختم اور ستترواں شروع ہو رہا ہے۔ یوں نصف صدی سے زیادہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت کو غفلتوں گناہوں میں برباد کرنے پر حسرت و افسوس جتنا بھی ہو کم ہی ہے مگر قدم قدم پر حق تعالیٰ شانہٗ کے انعامات کی بارش اور اپنی کتاب کی اس ناچیز خدمت کو قریب الختم پہنچا دینے کا احسانِ عظیم عفو و کرم ہی کی اُمید دلا رہا ہے۔ یا من
لا تضرہ الذنوب ولا تنقصہ المغفرۃ ھب لی ما لا ینقصک واغفرلی
ما لا یضرک واجعلنی من الذین یقال لھم یاایتھا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی
جنتی

سُوْرَةُ الْبَلَدِ

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں اور قسم ہے جنتے کی اور جو اُسنے جنا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝۴ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝۵

تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اس پر بس نہ چلے گا کسی کا

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ

کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیروں کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اس کو کسی نے بھلا ہم نے

نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝۹ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝۱۰

نہیں دیں اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ اور دکھلادیں اس کو دو گھاٹیاں

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ

سو نہ دھمک سکا گھاٹی پر اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا یا

اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا

کھلانا بھوک کے دن میں یتیم کو جو قرابت والا ہے یا محتاج کو جو خاک میں

مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا

رل رہا ہے پھر ہووے ایمان والوں میں جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی اور تاکید

بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا

کرتے ہیں رحم کھانے کی وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے اور جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

ع ۱۵

هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾	
وہ ہیں کمبخت والے ان ہی کو آگ میں موند دیا ہے	

خلاصۂ تفسیر

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور (جواب قسم سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایک بشارت دی گئی کہ آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے (چنانچہ فتح مکہ کے روز آپکے لئے قتال جائز کر دیا گیا تھا، احکام حرم باقی نہیں رہے تھے) اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی (ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں پس آدم اور بنی آدم سب کی قسم ہوئی آگے جواب قسم ہے) کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے (چنانچہ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات مبتلا رہتا ہے اور اسکا مقتضا یہ تھا کہ اسمیں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستہ حکم تقدیر سمجھ کر مطیع امر و تابع رضا ہوتا لیکن انسان کافر کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے تو) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اسقدر بھول میں پڑا ہے اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا (یعنی ایک تو شیخی بگھارتا ہے پھر عداوت رسول و مخالفت اسلام و معاصی میں خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے پھر جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے تو دیکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ معصیت میں خرچ کیا ہے پس اس پر سزا دیگا نیز مقدار بھی دیکھی ہے کہ اسقدر نہیں ہے جسقدر لوگوں کو یقین دلانا چاہتا ہے یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ اس وقت آپ کے مخالفین کے یہی اقوال و احوال تھے، غرض یہ شخص نہ تو محن یعنی تکلیف و رنج سے متاثر ہوا اور نہ منن یعنی انعامات و احسانات سے جسکا آگے بیان ہے کہ) کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں رستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے (تاکہ طریق مضر سے بچے اور نافع پر چلے سو اسکا بھی مقتضا یہ تھا کہ احکام الٰہی کا تابع ہوتا مگر) سو وہ شخص (دین کی) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا (دین کے کاموں کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہے) اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد) ہے وہ کسی (کی) گردن کا (غلامی سے) چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو (یعنی ان احکام الٰہیہ کو بجالانا چاہئے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی (ایمان تو سب سے مقدم ہے پھر امر بالثبات علی الایمان اوروں سے افضل ہے، پھر لوگوں کی ایذا سے بچنا بقیہ سے اہم ہے پھر ان اعمال کا رتبہ ہے جو فَكُّ رَقَبَةٍ سے مَتْرَبَةٍ تک مذکور ہیں پس یہ ثُمَّ تعظیم رتبہ کے لئے ہے، مطلب یہ کہ جمیع اصول و فروع میں اطاعت کرنا چاہیئے تھا، آگے الَّذِينَ آمَنُوا الخ کی جزا کا بیان ہے یعنی) یہی لوگ داہنے والے ہیں (جن کی تفصیل جزا سورۂ واقعہ میں ہے اور یہاں اسمیں مطلق اہل ایمان خواص و عوام

سب داخل ہیں) اور (آگے انکے مقابلین کا بیان ہے کہ) جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں (خود اصول ہی میں مخالف ہیں فروع کا تو کہنا کیا) وہ لوگ بائیں والے ہیں، ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جاوے گا (یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازہ بند کر دیں گے کیونکہ خلود کی وجہ سے نکلنا تو ملے گا ہی نہیں)

معارف و مسائل

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ، حرف لا اس جگہ زائد ہے اور قسموں میں یہ حرف زائد لانا عرب کے محاورہ میں معروف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حرف لا مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ جو تمنے خیال باندھ رکھا ہے وہ نہیں بلکہ ہم قسم کیساتھ کہتے ہیں کہ حقیقت وہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور البلد سے مکہ مکرمہ مُراد ہے جیسا کہ سورۂ والتین میں بھی شہر مکہ کی قسم کھائی ہے اور اسکے ساتھ اس کی صفت امین بھی بیان فرمائی۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ، شہر مکہ کی قسم کھانا اس شہر کی بہ نسبت دوسرے شہروں کے شرافت و افضلیت کو بتلاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ (خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے اور اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا (رواہ الترمذی و ابن ماجہ ۔ مظہری)

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ، لفظ حلّ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حلول سے مشتق ہو جس کے معنے کسی شئ کے اندر سمانے اور رہنے اور اُترنے کے آتے ہیں، اس اعتبار سے حلّ کے معنے اُترنے والے اور رہنے والے کے ہونگے۔ اور مراد آیت کی یہ ہوگی کہ شہر مکہ خود بھی محترم اور مقدس ہے خصوصاً جبکہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں تو مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے اسلئے شہر کی عظمت و حرمت آپ کے اس میں مقیم ہونے سے دوہری ہو گئی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ حلّ مصدر حِلَّت سے مشتق ہو جس کے معنی کسی چیز کے حلال ہونے کے ہیں، اس اعتبار سے لفظ حلّ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آپ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں حالانکہ وہ خود بھی شہر مکہ میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے مگر ان کا ظلم و سرکشی اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ جس مقدس مقام پر کسی جانور کا قتل بھی جائز نہیں اور خود ان لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے وہاں اُنھوں نے اللہ کے رسول کا قتل و خون حلال سمجھ لیا ہے دوسرے معنے حلّ کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے لئے حرم مکہ میں قتال کفار حلال ہونے والا ہے جیسا کہ فتح مکہ میں ایک روز کے لئے آپ سے احکام حرم اُٹھا لئے گئے تھے اور کفار کا قتل حلال کر دیا گیا تھا۔ خلاصہ تفسیر مذکور میں یہی تیسرے معنے لیکر تفسیر کی گئی۔ مظہری میں تینوں احتمال مذکور ہیں اور تینوں معنے کی گنجائش ہے وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ، والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو سب انسانوں کے باپ ہیں اور مَا وَلَدَ سے اُن کی اولاد مراد ہے جو ابتداء دُنیا سے قیامت تک ہوگی۔ اس طرح اس لفظ میں حضرت آدم اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔ آگے جواب قسم مذکور ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ، کبد کے لفظی معنے محنت و مشقت کے ہیں۔ معنے یہ ہیں کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابتدائے حمل سے رحم مادر میں محبوس رہا پھر ولادت کے وقت کی محنت و مشقت برداشت کی، پھر ماں کا دودھ پینے پھر اُسکے چھوٹنے کی محنت پھر اپنے معاش اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی مشقت پھر بڑھاپے کی تکلیفیں پھر موت پھر قبر پھر حشر اور اسمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کی جوابدہی پھر جزاء و سزا، یہ سب دَور اُس پر محنتوں ہی کے آتے ہیں، اور یہ محنت و مشقت اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص نہیں سب جانور بھی اس میں شریک ہیں مگر اس حال کو انسان کے لئے بالخصوص اسلئے فرمایا کہ اول تو وہ سب جانوروں سے زیادہ شعور و ادراک رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بھی بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسرے آخری اور سب سے بڑی محنت محشر میں دوبارہ زندہ ہو کر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں۔

بعض علماء نے فرمایا کہ کوئی مخلوق اتنی مشقتیں نہیں جھیلتی جتنی انسان برداشت کرتا ہے باوجودیکہ وہ جسم اور جثہ میں اکثر جانوروں کی نسبت ضعیف و کمزور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اسی لئے اُس کی تخصیص کی گئی۔ مکہ مکرمہ اور آدم و اولاد آدم علیہ السلام کی قسم کھا کر حق تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ انسان کو ہم نے شدت و محنت اور مشقت ہی میں اور اُسی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ انسان خود بخود پیدا نہیں ہو گیا یا اسکو کسی دوسرے انسان نے جنم نہیں دیا بلکہ اسکا پیدا کرنے والا ایک قادر مختار ہے جس نے اپنی حکمت سے ہر مخلوق کو خاص خاص مزاج اور خاص اعمال و افعال کی استعداد دیکر پیدا کیا ہے اگر انسان کی تخلیق میں خود انسان کو کچھ دخل ہوتا تو وہ اپنے لئے یہ محنتیں مشقتیں کبھی تجویز نہ کرتا (قرطبی)

دُنیا میں مکمل راحت جس میں کوئی تکلیف نہ ہو کسی کو حاصل نہیں ہوگی اسلئے انسان کو چاہیئے کہ مشقت کیلئے تیار رہے

اس قسم اور جواب قسم میں انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہاری جو یہ خواہش ہے کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے کسی تکلیف سے سابقہ نہ پڑے یہ خیال خام ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوگا اسلئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو دُنیا میں محنت و مشقت اور رنج و مصیبت پیش آئے، اور جب مشقت و کلفت پیش آنا ہی ہے تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ یہ محنت و مشقت اُس چیز کیلئے کرے جو اسکو ہمیشہ کام آوے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور طاعت حق میں منحصر ہے۔ آگے غافل اور آخرت کے منکر انسان کی چند جاہلانہ خصلتوں کا ذکر کر کے فرمایا اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ یعنی کیا یہ بیوقوف یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے اعمالِ بد کو کسی نے دیکھا نہیں اسکو جاننا چاہیئے کہ اسکا خالق اُس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

آنکھ اور زبان کی تخلیق میں چند حکمتیں

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ، نجدین تثنیہ نجد کا ہے جس کے لفظی معنے اس راستے کے ہیں جو اوپر بلندی کیطرف جاتا ہو مراد اس سے کھلا واضح راستہ ہے اور ان دو راستوں میں ایک خیر و فلاح کا دوسرا شر و ہلاکت کا راستہ ہے۔

سابقہ آیت میں انسان کی اس غفلت و جہالت پر تنبیہ تھی کہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کو بھی

قدرت نہیں، اور یہ کہ اُس کے اعمال و افعال کو کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اس آیت میں چند اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے وجود میں ایسی عطا فرمائی ہیں کہ خود اُن کی صنعت و حکمت ہی پر غور کرے تو حق تعالیٰ کی بے مثال حکمت و قدرت کا نظارہ انھیں چیزوں میں کرے، انمیں پہلے دو آنکھوں کا ذکر فرمایا کہ آنکھ کے نازک پردے نازک شرائین (رگیں) اُنمیں قدرتی روشنی، پھر آنکھ کی وضع و ہیئت کہ یہ نازک ترین عضو ہے اسکی حفاظت کا کیا سامان خود اسکی خلقت میں کیا گیا کہ اسکے اوپر ایسے پردے ڈالدیئے جو خودکار مشین کی طرح جب کوئی مضر چیز سامنے سے آتی دکھائی دے خود بخود بغیر کسی اختیار کے بند ہو جاتے ہیں ان پردوں کے اوپر پلکوں کے بال کھڑے کر دیئے کہ گرد و غبار کو روک لیں، اسکے اوپر بھوؤں کے بال رکھے کہ اُوپر سے آنیوالی چیز براہ راست آنکھ میں نہ پہنچے، اس کو چہرے کے اندر اس طرح فٹ کیا گیا کہ اوپر سخت ہڈی ہے، نیچے رخسارہ کی سخت ہڈی ہے آدمی کہیں چہرے کے بل گر جائے یا اس کے چہرے پر کوئی چیز آپڑے تو اوپر نیچے کی ہڈیاں آنکھ کو بچالیں گی۔

دوسری چیز زبان ہے اس کی عجیب و غریب تخلیق اور دل کی باتوں کی ترجمانی جو اس پُر اسرار اور خودکار مشین کے ذریعہ ہوتی ہے اسکے حیرت انگیز طریقۂ کار کو دیکھو کہ دل میں ایک مضمون آیا دماغ نے اُس پر غور کیا اُس کیلئے عنوان اور الفاظ تیار کئے وہ الفاظ اس زبان کی مشین سے نکلنے لگے یہ اتنا بڑا کام کیسی سُرعت کیساتھ ہو رہا ہے کہ سُننے والے کو یہ احساس بھی نہیں ہو سکتا کہ ان الفاظ کے زبان پر آنے میں اسکے پیچھے کتنی مشینری نے کام کیا ہے تب یہ کلمات زبان پر آئے ہیں۔ زبان کیساتھ شفتین یعنی ہونٹوں کا ذکر اسلئے بھی فرمایا کہ زبان کے کام میں ہونٹ بڑے مددگار ہیں آواز و حروف کی ممتاز شکلیں وہی بناتے ہیں اور شاید اسلئے بھی کہ قدرت نے زبان کو ایسی سریع العمل مشین بنایا ہے کہ آدھے منٹ میں اس سے ایسا کلمہ بھی بولا جا سکتا ہے جو اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دے جیسے کلمۂ ایمان یا دُنیا میں دشمن کی نظر میں بھی اس کو محبوب بنا دے جیسے پچھلے قصور کی معافی، اور اسی زبان سے اتنے ہی وقفہ میں ایسا کلمہ بھی بولا جا سکتا ہے جو اس کو جہنم میں پہنچا دے جیسے کلمۂ کفر یا دُنیا میں اسکے بڑے سے بڑے مہربان دوست کو اسکا دشمن بنا دے جیسے گالی گلوچ وغیرہ۔ جس طرح زبان کے منافع بیشمار ہیں اس کی ہلاکت آفرینی بھی اسی انداز کی ہے گویا یہ ایک تلوار ہے جو دشمن پر بھی چل سکتی ہے اور خود اپنا گلا بھی کاٹ سکتی ہے اسلئے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اس تلوار کو دو ہونٹوں کے غلاف میں مستور کر کے عطا فرمایا اور اس جگہ ہونٹوں کا ذکر کرنا اسطرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ جس مالک نے انسان کو زبان دی اُس نے اُس کو روکنے بند کرنے کے لئے ہونٹ بھی دیئے ہیں اسلئے اسکے استعمال میں سوچ سمجھ سے کام لے بے موقع اسکو ہونٹوں کی میان سے نہ نکالے، تیسری چیز دو راستوں کی ہدایت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر اور بھلے بُرے کے پہچان کے لئے ایک استعداد اور مادہ خود اسکے وجود میں رکھ دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا یعنی نفس انسانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے فجور اور تقویٰ کے دونوں کے مادّے رکھدیئے ہیں تو اس طرح ایک ابتدائی ہدایت انسان کو خود اسکے ضمیر سے ملتی ہے پھر اس ہدایت کی تائید کے لئے انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابیں آتی ہیں جو اسکو بالکل واضح کر دیتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جاہل

اور غافل انسان قدرتِ حق کے منکر ذرا اپنے ہی وجود کی چند نمایاں چیزوں میں غور کرے تو قدرت و حکمتِ حق کے کمال کا مشاہدہ ہو جائیگا۔ آنکھوں سے دیکھو پھر زبان سے اقرار کرو پھر دو راستوں میں سے خیر کے راستے کو اختیار کرو۔

آگے پھر اس کی غفلت شعاری اور بے فکری پر تنبیہ ہے کہ ان روشن دلائل سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اور اسکے ذریعہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے اور حساب دینے کا یقین ہو جانا چاہیئے اس یقین کا مقتضا یہ تھا کہ یہ خلقِ خدا کو نفع اور راحت پہنچاتا، اُن کی ایذاؤں سے بچتا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا اور خود اپنی اصلاح کرتا اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتا تاکہ قیامت میں وہ اصحابِ یمین یعنی اہلِ جنت میں شامل ہو جائے مگر اس بدنصیب نے ایسا نہ کیا بلکہ کفر پر قائم رہا جسکا انجام جہنم کی آگ ہے۔ آخر سورت تک یہ مضمون بیان ہوا ہے اسمیں چند نیک اعمال کے اختیار نہ کرنے کو ایک خاص انداز سے بیان فرمایا ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ، عقبہ پہاڑ کی بڑی چٹان کو بھی کہتے ہیں اور دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو یعنی گھاٹی کو بھی، اور دشمن سے نجات حاصل کرنے میں یہ عقبہ انسان کی مدد کرتا ہے کہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر دشمن سے اپنے کو بچالے یا پھر گھاٹی میں داخل ہو کر یہاں سے نکلجائے۔ اس جگہ طاعات و عبادات کو ایک عقبہ سے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح عقبہ دشمن سے نجات دلانیکا سبب ہوتا ہے اعمالِ صالحہ آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بنتے ہیں پھر ان اعمالِ صالحہ میں پہلے فَكُّ رَقَبَةٍ فرمایا، یعنی کسی غلام کو آزاد کرنا کہ بہت بڑی عبادت اور ایک انسان کی زندگی کو بنا دینا ہے۔ دوسری چیز اَوْ اِطْعٰمٌ بیان فرمائی کہ بھوکے کو کھانا کھلانا بہت بڑا ثواب ہے اور کھانا کھلانا کسی کو بھی ہو ثواب سے خالی نہیں مگر بعض کو کھلانا بہت بڑا ثواب بن جاتا ہے اس لئے اُس بڑے ثواب کے حاصل کرنے کے لئے فرمایا يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ، یعنی خصوصاً جب کھانا کسی ایسے یتیم کو کھلایا جائے جس کے ساتھ تمہاری قرابت و رشتہ داری بھی ہے تو اسمیں دوہرا ثواب ہو گیا، ایک بھوکے کا پیٹ بھرنا دوسرے رشتہ داری کی صلہ رحمی اور اسکا حق ادا کرنا۔ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ، یعنی بالخصوص ایسے دن میں اس کو کھانا کھلانا جس میں وہ بھوکا ہو اور بھی زیادہ موجبِ ثواب ہے۔ اسی طرح یتیم رشتہ دار نہ ہو تو ایسا مسکین ہو جس کی مسکنت نے اُس کو خاک نشین بنا رکھا ہے مراد بہت زیادہ مفلس و محتاج ہے اور جس پر خرچ کیا جائے وہ جتنا زیادہ محتاج ہوگا اُتنا ہی خرچ کرنے والے کا ثواب بڑھے گا۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان صرف اپنی نیکی پر اکتفا نہ کرے دوسروں کو بھی نیکی کی ہدایت کرتا رہے

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اس آیت میں ایمان کے بعد مومن کا یہ فرض بتلایا گیا کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی صبر اور رحمت کی تلقین کرتا ہے۔ صبر سے مُراد نفس کو بُرائیوں سے روکنا اور بھلائیوں پر عمل کرنا ہے اور رحمت سے مراد دوسروں کے حال پر رحم کھانا، اُن کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر اُن کی ایذا اور اُن پر ظلم سے بچنا، اس میں تقریباً دین کے سارے ہی احکام آ گئے۔

تَمَّتْ سُوْرَةُ الْبَلَدِ بِحَمْدِ اللّٰهِ ۲۳ شعبان سنہ ۱۳۹۱ھ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ

قسم سورج کی اور اسکے دھوپ چڑھنے کی، اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے، اور دن کی جب اُس کو روشن کرے اور رات کی جب

اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ

اس کو ڈھانک لیوے اور آسمان کی اور جیسا کہ اس کو بنایا، اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا اور جی کی

وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ

اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا، پھر سمجھ دی اسکو ڈھٹائی کی اور بچکر چلنے کی تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اسکو سنوار لیا اور

قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲

نامراد ہوا جس نے اسکو خاک میں ملا چھوڑا جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اُٹھ کھڑا ہوا انمیں کا بڑا بدبخت

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۬

پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اسکی پانی پینے کی باری سے، پھر انھوں نے جھٹلایا اسکو پھر پاؤں کاٹ ڈالے

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵ ع ۱۵ / ۱۶

اسکے، پھر اُلٹ مارا اُن پر ان کے رب نے بسبب اُن کے گناہوں کے پھر برابر کردیا سب کو، اور وہ نہیں ڈرتا اسکے پیچھا کرنے سے

خلاصۂ تفسیر

قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آوے (یعنی طلوع ہو مُراد اس سے وسط ماہ کی بعض شبوں کا چاند ہے کہ سورج کے چھپنے کے بعد طلوع ہوتا ہے اور یہ قید شاید اس لئے ہو کہ وہ